زاد المعاد کا تحقیقی مطالعہ

RESEARCH STUDY OF ZAD AL-MA'AD

حافظہ اسماء*

قدسیہ ناز**

ABSTRACT

"Zad-ul-Ma'ad" is the most important book of Seerah by Allama Ibn Qayyim Jozi of the eighth century, a disciple of Shaykh-ul-Islam Ibn Taymiyyah. This book beautifully presents the biography of the Holy Prophet (pbuh) as a model of beauty. The whole biography has been analyzed in such a way that the practical model of biography in individual and collective life becomes clear. The Prophet's food and drink, the pattern of waking and sleeping, the pattern of prayers, pattern in family and family life, trade, medicine, the stages and method of struggle in the way of God, the method of Da'wah. It would not be an exaggeration to say that it is an encyclopedia. This book, in terms of its spirituality, usefulness and importance, is truly Zad-ul-Ma'ad, meaning the comfort of the Hereafter. Ibn al-Qayyim was a disciple of Imam Ibn Taymiyyah, so like his teacher in this book, he did not allow the love of the Prophet to contradict the spirit of Tawhid. Ibn al-Qayyim's book Zad al-Ma'ad on the Prophet's biography is a commendable deed.

KEYWORDS: Zad-ul-Ma'ad, Allama Ibn Qayyim Jozi, Ibn Taymiyyah, Holy Prophet (pbuh), Seerah

تعارف

سرور کائنات نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ ایسا موضوع ہے جس پر بے شمار لوگوں نے مختلف زبانوں میں خامہ فرسائیاں کی ہیں اور قیامت تک اس سعادتِ عظمیٰ کا سلسلہ جاری رہے گا۔ لیکن ایسی کتابیں محدود ہی تھیں جن میں آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو ایسے انداز میں پیش کیا گیا ہو جو ایک مسلمان کے لیے اسوۂ حسنہ ولائحہ عمل ثابت ہو، کیونکہ اسلامی تعلیمات وہدایات کا مکمل نمونہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی تھی، جو کہ نہایت سادہ، واضح اور عام فہم ہیں، اور ان میں کسی قسم کی پیچیدگی کا گزر نہیں ہے۔ لہٰذا جب تک نبی آخر الزماں ﷺ کا اسوہ حسنہ ہمارے

* ریسرچ اسکالر، کلیہ معارف اسلامی، جناح یونیورسٹی برائے خواتین، ناظم آباد کراچی۔ پاکستان asmaidrees2807@gmail.com

** ریسرچ اسکالر، کلیہ معارف اسلامی، جناح یونیورسٹی برائے خواتین، ناظم آباد کراچی۔ پاکستان qudsianaz7@gmail.com

سامنے نہ ہو اس وقت تک نہ اسلام کو صحیح طور پر سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی صحیح طور پر اس پر عمل کر سکتے ہیں اور نہ ہی سعادت و ہدایت اور کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔

اسلامی تاریخ میں سیرت کی جو اہم ترین کتاب لکھی گئی ہے، وہ آٹھویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے شاگرد رشید، علامہ ابن قیم جوزیؒ کی ''زاد المعاد'' ہے۔ یہ کتاب نبی کریم ﷺ کی سیرت کو اسوہ حسنہ کی حیثیت سے بہت خوبصورتی کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ پوری سیرت کا تجزیہ اس طرح کیا گیا ہے کہ انفرادی و اجتماعی زندگی میں سیرت کا عملی ماڈل واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ نبی ﷺ کا کھانے پینے، سونے جاگنے کا اسوہ، آپ کی نماز کا طریقہ، خانگی اور عائلی زندگی میں آپ کا اسوہ، آپ کی تجارت، آپ کی طب، راہ خدا میں جدوجہد کے مراحل اور طریقہ، دعوت دین کا طریقہ غرضیکہ زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق نبی کریم ﷺ کی زندگی اس طرح سامنے آجاتی ہے کہ ہم اس کی اتباع کر سکیں۔ فقہیات سیرت یعنی سیرت سے فقہ کے مسائل معلوم کرنے کے بہت سے اصول اس کتاب کے مطالعہ سے سمجھ میں آتے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ کتاب کو آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ، اسوہ حسنہ، شب وروز کے معمولات، عادات، اخلاق، خصائل وشمائل، صفات وغزوات پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جائے تو ذرا مبالغہ نہ ہو گا۔

تعارفِ مصنف

علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن بکر بن ایوب بن سعد الزرعی ۶۱۹ھ / ۱۰۹۸ء میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد دمشق میں مدرسۃ الجوزیہ کے قیم (مہتمم) یعنی انتظام کرنے والے تھے۔ اس بناء پر ابتداء میں انہیں ابن قیم الجوزیہ کہا جاتا تھا۔ بعد میں صرف ابن القیم کے نام سے مشہور ہوئے۔[1] ابن قیم کی تعلیم و تربیت کا آغاز ان کے گھر سے ہوا۔ حفظ قرآن کرنے کے بعد انہیں نے اپنے والد ماجد سے علم فرائض حاصل کیا جس میں ان کی مہارت مسلمہ تھی۔ اس کے علاوہ انہیں نے اپنے والد ماجد سے بعض دوسرے علوم و فنون کی تعلیم بھی پائی تھی۔ والد گرامی کے علاوہ ابن قیم نے متعدد دوسرے اساتذہ سے تعلیم علوم و فنون پائی۔[2]

ابن قیم سن شعور کو پہنچنے کے بعد شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کے دامن علم سے وابستہ ہو گئے اور ان سے تحصیل علم حاصل کرنے لگے۔ جملہ علوم دینیہ و اسلامیہ ان ہی سے حاصل کئے۔ فن تفسیر میں اپنا جواب آپ تھے۔ حدیث اور فقہ و معانی حدیث پر نہایت گہری نظر رکھتے تھے۔ اپنے بعض عقائد کی پاداش میں زندان کے آلام بھی برداشت کئے۔ یہ کعبہ کے سوا قبر رسول ﷺ کی زیارت کے لئے بھی سفر کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ابن قیم کو اگر مجتہد کہا

جائے تو درست ہو گا بلکہ مجتہد مطلق تھے۔[3]

والد گرامی ابو بکر بن ایوب کے انتقال کے بعد حافظ ابن قیم کو مدرسہ جوزیہ کی ملازمت مل گئی اور وہ اس کے قیم بن گئے، روایات کے مطابق وہ مدرسہ جوزیہ میں نماز کی امامت کے فرائض انجام دیتے تھے اور مدرسہ صدریہ میں اسلامی علوم وفنون کی تعلیم و تدریس کے ذریعہ طلبہ و شائقین کی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ ان کے عظیم و معروف تلامذہ میں ایک تو حافظ ابن کثیر (م:۷۷۴ھ / ۱۳۷۴ء) تھے جو بہت مشہور عالم قرآن وحدیث اور ماہر فقہ و تاریخ ہیں۔ دوسرے حافظ ابوالفرج عبدالرحمن بن رجب حنبلی تھے جو طبقات الحنابلہ کے مولف ہیں تیرے شمس الدین محمد بن عبد القادر نابلسی تھے جنھوں نے ابویعلی کی طبقات الحنابلہ کی تخلیص تیار کی تھی۔ خود امام موصوف کے فرزند عبداللہ بن محمد بھی ان کے شاگرد رشید تھے اور والد گرامی کی وفات کے بعد مدرسہ صدریہ میں اپنے والد کے جانشین بنے تھے۔[4]

آپ نے حدیث کا سماع کیا اور علم میں مصروف ہو گئے اور متعدد علوم میں مہارت حاصل کی۔ خصوصاً تفسیر، حدیث اور اصلین میں اور جب شیخ تقی الدین ابن تیمیہ ۷۱۶ھ میں دیا مصر سے واپس آئے تو آپ ان کے ساتھ منتھی ہو گئے یہاں تک کہ شیخ وفات پا گئے۔ اور آپ نے ان سے بہت علم حاصل کیا اور پہلے بھی آپ کو ان کے ساتھ اشتغال تھا۔ پس آپ بہت سے فنون میں شب و روز کثرت طلب اور کثرت ابتہال کے ساتھ آپ کے باب میں یکتا ہو گئے۔[5]

ابن قیم کے زمانے میں مصر و شام علمی ترقی کے اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل تھے اور اس دور میں مختلف علوم وفنون میں تصانیف و مولفات کا سلسلہ جاری تھا اور بڑے بڑے علماء نمودار ہو کر منظر عام پر آئے۔ ایسے علمی ماحول میں کسی مایہ ناز شخصیت کا پیدا ہونا تعجب خیز نہ تھا۔ انہوں نے اس علم و ثقافت کے دور میں پرورش پا کر اعلیٰ نمونہ بن کر لافانی کارنامے سر انجام دیئے۔ ان کے لئے اسلامی تحقیقات کی راہیں ہموار ہو گئیں تھیں اور آپ نے اسلامی شریعت، علومِ عربیہ، علم الکلام اور تصوف کی کتب کا گہرا مطالعہ کیا۔ آپ نے مطالعہ کتب کے ساتھ کتابوں کو جمع کرنے اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا۔ آپ کو وہ کتابیں فراہم ہو گئیں تھیں جو دوسروں کو میسر نہیں آسکتیں تھیں اس سلسلے میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ:

"آپ کتابوں کو جمع کرنے کے بیحد دلدادہ تھے اس لئے اس قدر کتابیں جمع کر لی تھیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا تھا، ان کتابوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ ان کی اولاد ایک عرصے تک ان کتابوں کو فروخت کرتی رہی"۔[6]

امام ابن قیم قرآن و تفسیر، حدیث وفقہ، سیرت و تاریخ، نحو و ادب اور کلام و عقائد وغیرہ متعدد علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ ان میں سے بیشتر مضامین میں انھوں نے عظیم و قیمتی کتابیں لکھی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ تقوی

وطہارت میں بھی ممتاز تھے۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ: میں ان کے ساتھ سب سے زیادہ رہا کرتا تھا کہ مجھے ان سے بہت محبت اور انتہائی عقیدت تھی۔ ان سے زیادہ میں نے کسی کو عبادت گزار نہیں پایا۔ وہ طویل جدوں، لے قوموں اور وسیع رکوعوں والی نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ ان کی قراءت و تجوید بھی بہت عمدہ ہوتی تھی۔ اخلاقی لحاظ سے بھی وہ بہت ممتاز صفات کے مالک تھے۔ ان میں نہ جلن و حسد تھا نہ کسی کو نقصان وایذا پہنچانے کا مادہ۔ نہ وہ کسی کی عیب جوئی اور غیبت کرتے اور نہ ہی کسی سے کینہ وبغض پالتے۔ وہ سب کے بہی خواہ اور خیر خواہ تھے، ان میں سب سے بڑی صفت اعتدال و میانہ روی تھی۔ وہ اپنے استاد گرامی کے برعکس انتہا پسندی اور شدت پرستی سے بھی متنفر تھے۔[7]

امام ابن قیم نے ایک مختصر علالت کے بعد ۱۳ رجب ۷۵۱ھ / ستمبر ۱۳۵۰ء کو جمعرات کی شب میں وفات پائی۔ دوسرے دن جمعرات کو بعد نماز ظہر ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور ہزاروں عقیدت مندوں کے جلو میں ان کو مقابر باب صغیر میں ان کی والدہ ماجدہ کی قبر کے برابر سپرد خاک کیا گیا۔[8] آپ کا جنازہ بہت بھرپور تھا جس میں قضاۃ اعیان اور خواص و عوام صالحین حاضر ہوئے۔ اور آپ کی چارپائی اٹھانے پر لوگوں نے بھیڑ کی اور آپ کی عمر پورے ساٹھ سال تھی۔[9]

ابن تیمیہ کا اثر

علامہ ابن قیم کی طرز تحریر واسلوب میں ابن تیمیہ کے نظریات و مسلک کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔ چونکہ ابن قیم امام ابن تیمیہ کے ایسے شاگرد تھے جنہیں اپنے استاد پر فخر تھا، ناز تھا وہ اس لئے استاد کی ہر بات کی تائید کرتے ہیں۔ بعض مختلف فیہ مسائل کا تذکرہ کرنے کے بعد کہیں کہیں ایسا بھی کیا ہے کہ ابن تیمیہ کا قول یا مسلک بیاں کر دیا ہے اور اسے حرف آخر اور قول فیصل قرار دے کر گفتگو ختم کر دی ہے۔

ابن قیم شخصی تقلید کے سخت مخالف تھے اور مسائل میں ان کا میلان اپنے استاد کی طرح امام احمد بن حنبل کی طرف تھا۔ ابن قیم اصول و عقائد میں حنبلی مذہب پر کاربند تھے، لیکن فروع میں آزاد تھے۔[10] اپنے استاد کی طرح وہ فلسفیوں، معتزلوں، جہمیوں، حویشیوں اور وحدت الوجودیوں کے سخت مخالف تھے اور کلام، عقائد اور تصوف کے مسائل میں سلف صالحین کے نقطہ نظر کے حامی تھے۔ ابن القیم مسائل میں اپنے استاد کے ہمنوا تھے۔[11]

آپ مسئلہ طلاق کے بارے میں وہ فتوی دینے کے درپے تھے جسے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ نے اختیار کیا تھا اور اس کی وجہ سے قاضی القضاۃ تقی الدین السبکی کے ساتھ آپ کے جھگڑوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔[12] وہ بدعات و محدثات کو ناپسند کرتے تھے اور مسلمانوں کو ابتدائی دور کے سادہ لوح اسلام کی جانب راغب کرنا چاہتے تھے۔ عیسائیوں اور

یہودیوں کے عقائدِ باطلہ کی تردید میں بھی انہوں نے متعدد کتب رقم کیں۔[13]

۱۲ے ھ / ۱۳۱۲ سے ۷۲۸ھ / ۱۳۲۸ء میں امام ابن تیمیہ کی وفات تک وہ ان کی صحبت و خدمت میں مستقل طور اسے آ گئے اور ان کے علوم و فنون، آراء وافکار، خیالات و نظریات کے ساتھ ساتھ ان کے طریقہ تالیف و تصنیف اور اسوہ توضیح واستدلال سے بھی بھر پور استفادہ کیا جس کا بہت واضح اثر ان کی اپنی تالیفات میں نظر آتا ہے۔ وہ دراصل دوسرے ابن تیمیہ یا ثانی ابن تیمیہ بن گئے تھے کہ لازمی طور سے اپنے شیخ و امام کی ہر معاملہ میں پیروی کرتے تھے۔[14]

ابن تیمیہ کی وفات کے بعد ان کی کتابوں کی نشر واشاعت ان ہی کی بدولت ہوئی۔ مسئلہ شد الرحیل لزیادۃ قبر الخیل اور مسئلہ طلاق ثلاثہ میں ابن تیمیہ کی رائے جمہور علماء سے مختلف تھی۔ ابن القیم ان مسائل میں اپنے استاد کے ہمنوا تھے۔ علمائے وقت نے ان مسائل کی بناء پر کئی دفعہ ان کے خلاف ہنگامے بھی کھڑے کئے اور کئ دفعہ انہیں قید ہونا پڑا۔ سب سے آخری بار ۷۲۶ھ / ۱۳۲۶ء میں ابن تیمیہ کو دمشق کے قلعے میں قید کر دیا گیا۔ اس قید میں ابن القیم بھی ابن تیمیہ کے ہمراہ تھے ابن تیم چونکہ ابن تیمیہ کے خاص الخاص شاگرد تھے اس لئے انہیں خاص طور پر نشانہِ ستم بنایا گیا اور اونٹ پر سوار کر کے سارے شہر میں مشتہر کیا گیا اور بعد ازاں قلعہ دمشق میں ابن تیمیہ سے علحیدہ قید کر دیا گیا ابن تیمیہ کی وفات کے بعد انہیں قید سے رہائی نصیب ہوئی لیکن مسلکِ ابن تیمیہ کی تائید و حمایت کی وجہ سے انہیں دوبارہ پہلی سی مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں۔[15]

لیکن یہاں یہ کہہ دیناضروری معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن قیم امام ابن تیمیہ کے کورانہ مقلد اور بے بصیرت پیروکارنہ تھے۔ وہ خود علم و فضل اور تقوی وطہارت سے بہرہ وافر رکھتے تھے اور انھوں نے امام ابن تیمیہ کے فکر و مسلک کی پیروی سوچ سمجھ کر، بصارت وبصیرت کے ساتھ اور مدتوں کے مطالعہ و معاینہ اور مشاہدہ کے بعد اختیار کی۔ ان کی پیروی میں محبت وعقیدت کو اتنا دخل نہیں تھا جتنا کہ ان کے علم و عمل کے اخلاص کو تھا اور امام موصوف سے ان کی محبت وعقیدت علم وفکر کا نتیجہ تھی نہ کہ اس کا محرک وسبب۔[16]

انہوں نے اپنے استاد کے علم کو بڑھانے پھیلانے اور اس کی توسیع و اشاعت میں غیر معمولی حصہ لیا۔ اسی کی طرف انہوں نے دعوت دی، اسی کی جانب سے دفاع کیا اور اسی کی تائید کے لئے تحقیق و تنقیح کی پوری کوشش کی۔ ابن تیمیہ کے افکار و آراء کی خوب پشت پناہی کی اور ان کے فتاوی اور اصول بڑی عرق ریزی سے جمع کئے۔ ابن قیم نے اپنی دو کتابوں اعلام الموقعین اور زاد المعاد وغیرہ میں فقہ ابن تیمیہ کا ترکہ کثرت کے ساتھ جمع کیا لیکن استاد سے اس شنیفتگی اور عقیدت کے باوجود حیرتِ فکر ورائے سے کبھی بہرہ ور تھے ابن القیم کو متعدد علوم میں دستگاہ و کمال

حاصل تھی۔[17]

تصانیف

ابن قیم نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں بیشتر مفقود ہو چکی ہیں۔ عبد الحی ابن العماد الحنبلی نے اپنی کتاب شذرات الذھب میں ان کی تصنیفات کی ایک طویل فہرست دی ہے جس میں مذکورہ کتابوں کی تعداد ۴۵ ہے اور اس کے بعد "وغیرہ ذلک" لکھ دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابنِ قیم نے ان کے علاوہ اور کتابیں بھی لکھیں۔ براکلمان نے اپنی "تاریخ ادبیاتِ عربی" میں ابن قیم کی ۵۲ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔[18]

حافظ ابن قیم کثیر التصانیف علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ کثرتِ تصنیف اور حسن تصنیف دونوں ان کی خصوصیات میں سے ہیں۔ ان کی تمام کتب میں "زاد المعاد فی ھدی خیر العباد" بڑی جلیل القدر اور شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ عمل و اصلاح کے لئے احیاء العلوم کے بعد شاید کوئی اسی جامع کتاب نہیں لکھی گئی۔ تحقیق و استناد اور کتاب و سنت سے مطابقت کے لحاظ سے اس کو احیاء العلوم پر بھی ترجیح حاصل ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا ہے جو بڑی حد تک دینیات کے کتب خانہ کی قائم مقامی کر سکے اور ایک مربی، مرشد اور فقیہ و محدث کا کام دے سکے جن لوگوں پر حدیث کا ذوق غالب رہا اور جن کو سنن و آدابِ نبوی کے اتباع کی حرص اور اہتمام رہا ہے۔ انہیں اس کتاب سے بڑا شغف رہا ہے اور انھوں نے اس کو اپنا چراغِ راہ، رفیقِ طریق اور زادِ سفر سمجھا۔[19]

تعارفِ کتابِ سیرت

حافظ ابن قیم الجوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ) کی معرکتہ آرا تصنیف زاد المعاد ہے۔ کتبِ سیرت میں "زاد المعاد" ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے حالات اور عہد رسالت کے واقعات بیان کرنے پر ہی اکتفا ہی نہیں کیا گیا بلکہ ہر موقع پر اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ رسول مقبول ﷺ کے فلاں قول یا فلاں فعل سے کیا حکم مستنبط ہو سکتا ہے اور ان کے حالات اور معمولاتِ زندگی میں ہمارے لئے کیا کچھ سامانِ عظمت موجود ہے۔[20]

علامہ ابن قیم نے یہ کتاب در حقیقت ان لوگوں کے لئے لکھی ہے جو سیرت رسالت ماب کا تحقیقی اور تاریخی مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کتاب میں قرآن کی تفسیر بھی ہے اور حدیث کی تشریح بھی راویان حدیث پر جرح بھی ہے اور فقہ کے مسائل بھی، غزوات نبوی کی تاریخ بھی ہے اور مکی و مدنی زندگی کی مستند تفصیل بھی ضمناً اور بھی بہت سے متعلق اور غیر متعلق مباحثہ آ گئے ہیں۔[21]

حافظ ابن قیم کی معروف تصنیف زاد المعاد ہندوستان میں سب سے پہلے ۱۲۹۸ھ اور مصر سے ۱۳۲۴ھ میں شائع ہوئی۔

ہندوستانی ایڈیشن بڑے سائز کے ۷۹۳ صفحے اور مصری ایڈیشن باریک ٹائپ کے ۹۲۶ صفحات پر مشتمل تھے۔ کتاب کے ابتداء میں مصنف نے لکھا ہے۔

"یہ چند مضامین میں ہیں جن کی واقفیت ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جس کو اپنے پیغمبر ﷺ کی معرفت، آپ کی سیرت اور آپ کے اخلاق وعادات سے واقف ہونے کا ذرا بھی اہتمام ہو، یہ ایسی حالت میں لکھے گئے ہیں کہ دل تھکا ہوا ہے اور علم کی پونجی قلیل ہے، اس کی تحریر کی نوبت قیام کے بجائے سفر کی حالت میں پیش آئی۔ ایسی حالت میں کہ قلب منتشر و پراگندہ دلجمی مفقود کتابیں جن سے رجوع کیا جاسکے ناپید، اور ایسے اہل علم جن سے علمی استفادہ مذاکرہ کیا جاسکے نایاب ہیں"۔[22]

اگر اسے رسول اللہ ﷺ کے حیات گرامی آپ کے اسوہ حسنہ کی انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جائے تو ذرا مبالغہ نہ ہو گا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی رفتار و گفتار، سیرت و صورت، فضائل و شمائل، عادات و اخلاق، اوصاف اور صفات سے متعلق کوئی جزئی چیز بھی ایسی نہیں جو ضبط تحریر میں نہ آئی ہو اور اس پر نقد و جرح نہ کی گئی ہو اسے جانچا اور پرکھا نہ گیا ہو اس کے رواۃ واسناد پر تحقیقی نظر نہ ڈالی گئی ہو اس کے مفہوم و معنی پر سیر حاصل بحث نہ کی گئی ہو۔ من حیث المجموع یہ کتاب یکتا ہے۔ اس پایہ کی کتاب عربی زبان میں اس سے پہلے نہیں لکھی گئی۔[23]

زاد المعاد میں امت کے سامنے رسول اکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ اس طرح کھول کر رکھ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اس سے شمع ہدایت کا کام لے سکتی ہے۔ یہ قابل قدر تصنیف اپنی غیر معمولی دلچسپی اور افادیت کی وجہ سے مصر میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس کے علاوہ عہدِ حاضر کے ایک مصری عالم شیخ محمد ابوزید نے "هدي الرسول" کے نام سے اس کا اختصار کر دیا ہے۔ اس سے ان دقیق مسائل کو نکال دیا ہے جو طبقہ علماء کے ساتھ مخصوص تھے، تاکہ عوام بھی اس مفید کتاب سے براہ راست استفادہ کر سکیں۔ مولوی عبد الرزاق ملیح آبادی نے اس اختصار کا اردو ترجمہ کر دیا تھا جو الہلال بک ایجنسی کی طرف سے ۱۹۲۴ء میں لاہور سے شائع ہوا تھا۔ زاد المعاد کا اردو شرح ترجمہ رئیس احمد جعفری نے ۱۹۶۲ء میں کیا جو چار جلدوں میں مشتمل ہے اور نفیس اکیڈمی کراچی سے شائع ہوئی۔[24]

حافظ ابن قیم کا یہ بیان اگر کتاب کی ابتداء اور بعض ابواب و فصول کے متعلق ہے تو چنداں موجبِ حیرت نہیں لیکن اگر پوری کتاب کے متعلق ہے تو یہ نہایت حیرت انگیز بات ہے اس لئے کہ کتاب میں حدیث کے متون و اسانید اور رجال کی جو مفصل بحثیں سیرت و تاریخ کی جو جزئیات اور مسائل و احکام میں جو محدثانہ وفقیہانہ کلام ہے۔ اس سے ایک عام ناظر یہی اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ کتاب ایک نہایت عظیم الشان کتب خانہ میں بیٹھ کر تصنیف کی گئی ہے۔ اگر

یہ درست ہے کہ ساری کتاب حالت سفر میں لکھی گئی ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کے مصنف کو علوم اسلامیہ بالخصوص حدیث وفقہ پر حیرت انگیز عبور حاصل تھا اور علوم دینیہ کا کتب خانہ ان کے سینہ میں محفوظ تھا۔ وہ اپنی قوتِ حفظ و استحضار میں محدثین متقدمین کی یادگار اور اپنے باکمال و نادرہ روزگار استاد کے صحیح جانشین و نمونہ تھے۔

سیرتی اسلوب

علامہ ابن قیم کا طرز تحریر اور اسلوب نگارش، سادہ، عام فہم اور دلکش ہے، لیکن جہاں کہیں صرفی اور نحوی بحثیں کرتے ہیں یا معانی و بیاں کے دقیق مسائل بیاں کرتے ہیں یا فلسفہ و منطق کیا موشگافیوں میں مصروف نظر آتے ہیں وہاں انداز بیاں زیادہ دقیق اور بلیغ ہو گیا ہے جس کو ایک عام آدمی کے لئے سمجھنا آسان نہیں ہے لیکن ایسے مواقع زیادہ نہیں ہیں یا اگر ہیں تو زیادہ طویل نہیں ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کے دلائل میں زور بھی ہے وزن بھی اور قوت بھی لیکن اپنے نقطہ نظر سے اختلاف رکھنے والوں کے لئے وہ سخت الفاظ بھی استعمال کر جاتے ہیں گو یہ چیز ابن قیم کے زمانہ میں عام تھی کہ بحث و مناظرہ میں متحارب فریقین ایک دوسرے کے فکر و نظر کے ساتھ مصالحت برتنے کے قائل نہ تھے۔ اس لئے یہ چیز حیرت انگیز تو نہیں لیکن ابن قیم کی عملی تحقیق اور عظمت کی سطح سے مسطح نہیں ہے ابن قیم کیونکہ علوم عقلی و نقلی دونوں میں یکساں کمال رکھتے تھے اس لئے وہ اپنے مدعا کو بغیر کسی جھجک کے پورے زور شور کے ساتھ بیاں کرتے چلے جاتے ہیں۔

حافظ ابن قیم کی سیرت نگاری کا اسلوب دوسرے سیرت نگاروں سے کافی مختلف اور بہت نیا ہے۔ وہ سیرت و حیاتِ نبوی ﷺ کے واقعات کو تاریخی ترتیب سے نہیں بیان کرتے بلکہ وہ موضوعاتی طرز نگارش اپناتے ہیں اور اس میں بھی وہ تاریخی ترتیب یا واقعاتی ترتیب کا خیال نہیں کرتے۔ ان کی "زاد المعاد في هدي خير العباد" اپنے عنوان سے ہی ان کے طریقہ سیرت کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ اصلاحا سیرت نبوی ﷺ کو بہت بڑے کینوس پر مطالعہ کرتے ہیں اور اسوۂ نبوی ﷺ کو زندگی اور دین کے ہر ہر معاملہ اور ہر ہر گوشہ کے لئے مشعل راہ بناتے ہیں۔[25]

موضوعاتِ کتاب

کتاب پر اگر نظر ڈالی جائے تو کتاب کے موضوعات کی تقسیم مندرجہ ذیل پانچ عنوانات کے تحت کی جاسکتی ہے۔

(۱) السيرة النبوية

(۲) الهدى النبوي في العبادات

(۳) الطب النبی ﷺ

(۴) اقضیۃ النبی ﷺ

(۵) الفضائل والآداب

مصنف نے کتاب میں بعض مقامات پر خصائص النبی ﷺ کے بیان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔[26]

تقسیم کتاب

علامہ ابن قیم کی کتاب "زاد المعاد في هدي خير العباد" چار حصوں (جلدوں) پر مشتمل ہے۔ ان چاروں حصوں میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کا تفصیلی، تحقیقی اور پوری صحت استناد کے ساتھ ذکر موجود ہے۔ اسی وجہ سے یہ ایک طویل و ضیخم کتاب ہے۔[27]

"زاد المعاد فی ھدی خیر العباد" سیرت، بالخصوص اخلاق نبوی ﷺ کے موضوع پر ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں مصنف نے سرور کائنات ﷺ کی سیرت وصورت، خصائل وشمائل، عادات واخلاق اور رفتار و گفتار کے متعلق ایک ایک بات محفوظ کر دی ہے۔ ہر روایت کو نقد وجرح کی کسوٹی پر پرکھا اور تمام رواۃ واسناد پر تحقیقی نظر ڈالی ہے۔ افعال نبوت سے متعلق جابجا محققانہ بحث کی ہے۔ بقول رئیس احمد جعفری: "علامہ ابن قیم نے یہ کتاب در حقیقت ان لوگوں کے لئے لکھی ہے۔ جو سیرت رسالت مآب ﷺ کا حقیقی اور تاریخی مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کتاب میں قرآن کی تفسیر بھی ہے اور حدیث کی تشریح بھی ضمنا اور بھی بہت سے مباحث آ گئے ہیں۔"[28]

دراصل ان کی سیرت نبوی ﷺ کے چاروں حصوں کو دو الگ الگ جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ آپ ﷺ کے حلیہ، عادات وشمائل اور طرز زندگی پر مشتمل ہے۔ جبکہ دوسرے حصے میں آپ ﷺ کے غزوات و مجاہدات اور حالات وسوانح وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حصہ اول کے اہم مباحث

زاد المعاد کا اولین حصہ یا اس کے سیرتی ابواب وفصول حیاتِ نبوی ﷺ کے مختلف مرحلوں اور گوشوں سے بحث کرتے ہیں۔ جیسے: "آیات کی تفسیر، مکہ مکرمہ کے فضائل اور اس کے خواص، لیلۃ القدر اور شب معراج کے اسرار، حج اکبر کا ذکر وغیرہ کے احوال پر تحقیقی نظر ہے"۔[29]

نسبِ نبوی، تربیتِ نبوی اور وفات والدین، بعثت و مراتب وحی، ختان ورضاعت، دعوتِ نبوی، اسماءِ نبوی، ہجرتِ حبشہ، اولادِ نبوی، اعمام وعمات، ازواجِ مطہرات۔ ان کے علاوہ آپ کے غلاموں، موالی، خدام، کاتبوں، فرامین، موذنوں، امیروں، محافظ دستوں، شعراء وخطباء، غزوات وسرایا اور آپ کی ذاتی چیزوں کا بھی ذکر شامل ہے۔[30]

نیز آپ کے مکاتب، فرامین اور قاصدوں کا ذکر بھی ہے جن لوگوں کو آپ نے خدمتِ اذان سونپی، جنہیں امارت کے منصب پر فائز کیا۔ آپ ﷺ کے سلاحِ جنگ اور اثاثہ پر بھی نام بہ نام روشنی ڈالی ہے۔ آپ ﷺ کے ملبوسات، سواریوں کی نوعیت، آداب طعام، اہل خانہ کے ساتھ آپ کا سلوک، آپ کے معمولات زندگی، خرید و فروخت کے اصول، روز مرہ کی زندگی کا منہاج اور اسلوب، چلنے پھرنے، بیٹھنے، ہنسنے اور گریہ کے کیا انداز تھے، یہ ساری باتیں اس پہلے حصہ میں کہیں اجمال کے ساتھ اور میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔

اس کے بعد عبادات کا بیان شروع ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں بہت سی چیزوں پر روشنی پڑتی ہے مثلاً: وضو، تیمم کا طریقہ، نماز کی تفصیل، خصائص یومِ جمعہ، تلاوتِ قرآن کے آداب، قصر نماز، عیدین، جنائز، کسوف اور خوف کی نمازیں وغیرہ زیارتِ قبور اور اس سے متعلق امور، زکوۃ، صدقہ فطرہ، صوم، حج و عمرہ وغیرہ کی تفصیلات شامل ہیں۔ غرض ابن قیم کی کتاب کا یہ پہلا حصہ ہی سیرت پر باقاعدہ ایک تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے"۔[31]

زاد المعاد میں بیان کردہ عبادات اور ارکانِ اربعہ سے متعلق ابوابِ محض کتاب الاحکام یا فقہ و خلاف کی کتاب بن کر نہیں رہ گئے۔ ان میں جابجا مصنف نے بڑے وجد انگیز اور ایمان آفریں ذوقی ووجدانی مضامین اور لطیف علمی نکات شامل کر دیئے ہیں۔[32]

مصنف نے اپنی کتاب زاد المعاد کے آغاز میں بعثت نبوی اور مراتب وحی کی تفصیل بیان کی ہے، مراتب وحی اور انواع وحی کے سلسلہ میں انھوں نے جو استیعاب کیا ہے وہ سیرت کی عام کتابوں میں نہیں ملتا، اس کے بعد وہ مدارج بیان کئے جن سے آنحضرت ﷺ کی دعوت اسلام گذری، اسمائے مبارک اور ان کے معانی اور نکات پر انھوں نے حسبِ معمول وسیع و لطیف بحث کی ہے، اس پورے سلسلے میں اپنی اور اپنے شیخ کی عادت کے مطابق بکثرت فقہی ونحوی مسائل و نکات اور بعض وجدانی اور ذوقی مسائل بیان کئے ہیں اور انھوں نے سیرت سے متعلق عام معلومات اور ذات نبوی ﷺ سے تعلق رکھنے والی تفصیلات و جزئیات جمع کر دی ہیں اور اخلاق و شمائل، عادات و معمولات کا اچھا ذخیرہ جمع کر دیا ہے اس کے بعد انھوں نے آپ کی عبادات ہیت صلوۃ اور اس کے سنن اور عادات کی دقیق تفصیلات پیش کی ہیں جو ان کے وسیع و دقیق مطالعہِ حدیث کا خلاصہ اور ان کے علم کا نچوڑ ہے اس سلسلہ میں ان کا محدثانہ رنگ اور محققانہ طرز صاف جھلکتا ہے اس ضمن میں اصولِ فقہ اور اصولِ حدیث کی بعض نازک بحثیں اور فنِ رجال کی بعض قیمتی معلومات بھی آگئی ہیں۔[33]

حصہ دوم کے اہم مباحث

زاد المعاد' کا دوسرا حصہ ان فصول اور ابواب پر مبنی ہے جو زندگی اور دین کے تمام گوشوں اور مرحلوں میں رسول اکرم ﷺ کے اسوہ اور ہدایت کو فراہم کرتے ہیں۔ جیسے: کھانے پینے، رہن سہن، سواری، نکاح، معاملہ، کلام و سکوت وغیرہ، وضو وطہارت، عبادات جس میں نماز اور نمازوں کے تمام مسائل وامور شامل ہیں۔ روزہ، صدقہ وغیرہ تمام دوسری عبادات اور تمام معاملات میں آپ کے اسوہ اور ہدایت کا ذکر کیا ہے۔ جیسے: قرآن کریم کی اچھی آواز کے ساتھ تلاوت کرنا، مریضوں کی عیادت، جنازوں کی معیت، قبر کے امور وغیرہ۔[34]

ابن قیم نے اپنی کتاب کے دوسرے حصہ میں جن مباحث ومسائل کا احاطہ کیا ہے انہیں چار قسموں میں منقسم کر سکتے ہیں۔ (۱) فقہی مسائل (۲) مجاہدات وغزوات (۳) اذکار وادعیہ ماثورہ (۴) تاریخی واقعات اور ان کی تفصیل وغیرہ۔

- فقہی مسائل میں جن امور پر مصنف نے روشنی ڈالی ہے ان میں رسم عقیقہ، نومولود کے کان میں آذان، آداب سفر، فال، خواب، وسواس، اذان وجہاد، بیعت، جہاد کے آداب، اسیر انِ جنگ کے ساتھ سلوک، غلاموں کے ساتھ طرز عمل، دشمن کے ساتھ صلح وامن، جذیہ، منافقین کے ساتھ برتاو، رسول اللہ ﷺ کے معمولات گو کہ اس طرح سے متعلق مباحث پر حصہ اول میں بھی تفصیلات ملتی ہیں۔
- اس حصہ کی دوسری قسم مجاہدات وغزوات نبوی ﷺ سے متعلق ہے اس میں کافی سیرت کا مواد موجود ہے، اگرچہ اس میں جملہ غزوات کا ذکر نہیں آیا ہے کچھ کا اس میں ہے کچھ کا بعد کے حصوں میں ہے لیکن جو کچھ بھی ہے وہ نہایت اہم ہے۔ کیوں کہ تمام اہم غزوات کی تفصیلات اس میں مل جاتیں ہیں۔
- اس حصہ کی تیسری قسم میں وہ ازکار وادعیہ (ذکر اور دعائیں) پوری تفصیل سے موجود ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں اس کو جمع کرنے میں مصنف نے بھرپور تحقیق سے کام لیا ہے۔
- اس حصہ کی چوتھی قسم میں تاریخی واقعات زیر گفتگو آتے ہیں۔ یہ واقعات تاریخ اسلام میں غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں۔ مثلا: سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے، حبشہ کی ہجرت، معراج، مدینہ کی ہجرت، مسجد نبوی کی تاسیس، تحویل قبلہ، واقعہ افک وغیرہ کی تفصیلات اور ان سے متعلق مباحث ملتے ہیں۔ غرض یہ حصہ مباحث کے اعتبار سے سیرت پر ایک مستقل کتاب ہے۔[35]

زاد المعاد کی جلد ثانی کا ایک بڑا حصہ طب نبوی ﷺ سے مخصوص ہے۔ اس میں مصنف نے طب نبوی ﷺ کے اسرار وحکم اور ان کی طبی توجیہات پیش کی ہیں اس میں احکامِ طبیہ، احکامِ فقہیہ اور مباحث حدیث ساتھ ساتھ ہیں اس سلسلے میں انھوں نے بڑی محنت یہ کی ہے کہ حروف تہجی کے اعتبار سے تمام ادویہ اغذیہ اور مفردات کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ امراض ومعالجات میں جہاں انھوں نے عشق ومحبت کے مرض وعلاج محبت کی حقیقت اور اس کے

طبی اسباب اس کے اقسام و درجات پھر اس کے علاج و تدبیر کا تذکرہ کیا ہے وہاں ان کی نفسیات سے گہری واقفیت زندگی کے وسیع مطالعہ اور امراض قلب سے آگاہی کا انداز ہوتا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے آنحضرت ﷺ کے فیصلوں اور آپ ﷺ کے اقضیہ واحکام کی طرف توجہ کی ہے اس میں مختلف ابواب فقہیہ و معاملات پر ایک بڑا وسیع اور بیش قیمت ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ ان ابواب و فصول کے علاوہ اس کتاب میں بہت سے بیش قیمت تفسیری، نحوی، تاریخی، کلامی لطائف و نکات و تحقیقات ہیں جو اس ایک ہزار صفحہ کی کتاب میں منتشر و متفرق ہیں۔[36]

ان مضامین و موضوعات کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن قیم سیرت نبوی ﷺ کے تمام موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں خواہ ان کا تعلق قسمِ اول سے ہو یا تم دوم سے۔ مآخذ کے استعمال کے لحاظ سے امام موصوف نے سیرت وحدیث دونوں کو سامنے رکھا ہے لیکن ان کا مدارِ بحث بالعموم حدیثی مآخذ پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ بہر حال قابل لحاظ بات ہے کہ وہ سیرتی مآخذ کو بلکل نظر انداز نہیں کرتے۔ وہ مختلف روایات میں تطبیق دیتے ہیں او تطبیق ممکن نہ ہو تو ترجیح کے اصول سے کام لیتے ہیں۔ ان کے ہاں نئی معلومات بھی بہت ملتی ہیں اور نئی تعبیرات و تاویلات کے تو وہ امام ہیں۔ سیرت نبوی کو اسلامی زندگی کا ایک اسوہ عمل بنانے کا گر اگرچہ انہوں نے قاضی عیاض جیسے پیشروں سے سیکھا ہے۔ تاہم ان کی کتاب سیرت کا عملی پہلو ہی اصل خصوصیت کا حامل ہے۔ یہی ان کی کتاب کو انفرادیت بخشتی ہے اور اسلامیان عالم کے لئے خالص اسوہ نبوی فراہم کرتی ہے۔[37]

خصوصیاتِ کتاب

اس مایہ ناز کتاب کی چند اہم خصوصیات ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین ماخذ

ابن قیم کی اس کتاب کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ تاریخ نہیں ہے، یہ سوانح عمری نہیں ہے، اس لئے اس میں وہ تراش خراش اور ترتیب نہیں ہے جو اس طرح کی کتابوں کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ عہد نبوی ﷺ کی تاریخ اور سیرۃ النبی کا یہ کتاب ایک بہترین ماخذ ہے جس میں پوری جامعیت پوری تحقیق اور پوری ژرف نگاہی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اعمال وافعال، گفتار و کردار، اسوہ حسنہ اور سیرت طیبہ کے تمام گوشوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ایسی وسعت کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتی۔[38]

کتب سیرت میں زاد المعاد کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صرف حالات اور واقعات کے بیان پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ ہر موقع پر یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آنحضرت کے فلاں قول اور فلاں عمل سے کیا حکم

مستنبط ہو سکتا ہے اور آنحضرت کے حالات اور معمولات زندگی میں ہمارے لیے کیا کچھ سامانِ موعظت موجود ہے گویا اس کتاب میں امت کے سامنے رسول کریم کا اسوہ حسنہ اس طرح کھول کر رکھ دیا گیا ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں اس سے ہدایت حاصل کر سکے۔[39]

حبِ رسول ﷺ

ایک اہم چیز جو خاص طور پر اس کتاب کے مطالعہ سے نظر کے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ علامہ ابن قیم کا دل جب رسول ﷺ کے نشہ سے سرشار ہے لیکن ان کا حب رسول ﷺ حدود سے تجاوز نہیں کرتا۔ وہ کسی صورت میں حب رسول ﷺ کو جذبہ توحید سے متصادم نہیں ہونے دیتے ان کی توحید سخت بے لچک اور غیر مفاہمت پسند ہے۔ باالفاظ دیگر انہوں نے اپنے افکار وخیالات اور عقائد کی بنیاد جس چیز پر استوار کی تھی وہ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ تھا۔ لیکن وہ توحید سے متصادم نہیں تھا۔[40]

یہ کتاب اپنی معنویت، افادیت اور اہمیت کے اعتبار سے واقعی زاد المعاد یعنی توشہ آخرت ہے۔ ابن قیم، امام ابن تیمیہ کے شاگرد تھے چنانچہ انہوں نے بھی اس کتاب میں اپنے استاد کی طرح حب رسول ﷺ کو جذبہ توحید سے متصادم نہیں ہونے دیا۔ سیرت نبوی ﷺ پر ابنِ قیم کی کتاب زاد المعاد ایک قابل ستائش کارنامہ ہے۔[41]

بدعات کی مخالفت

ابن قیم کی تحریروں میں بدعت کی سخت مخالفت نظر آتی ہے جو چیز سنت کے مطابق ہے اسے وہ قبول کر لیتے ہیں اور جو سنت رسول کے خلاف نظر آتی ہے اسے اکھاڑ ڈالنے میں اپنا سارا زور اور پوری قوت و توانائی صرف کر دیتے ہیں اور اس سلسلہ میں نہ کسی کے ساتھ رعایت کرتے ہیں نہ مصالحت نہ رواداری۔ چنانچہ دوسرے ائمہ فقہ جو ان کے مسلک سے اتفاق نہیں رکھتے تھے جب ان کا مسلک زیر بحث آتا ہے تو ابن قیم ان کے خلاف بے دھڑک وہ تمام باتیں کہہ دیتے ہیں جو ان کی نوک قلم پر آجاتی ہیں۔[42]

عالمانہ تحقیق

ابن قیم کی شخصیت مجمع البحرین کی وہ علوم عقلی و نقلی میں کمال رکھتے تھے۔ لہذا ابن قیم نے اپنی اس کتاب میں بھرپور عالمانہ تحقیق سے کام لیا ہے۔ انہوں نے جس انداز سے اختلافی مسائل اور مباحث پر نقد و تبصرہ کیا ہے، جس طرح اسناد اور رواۃ پر جرح و تعدیل کی ہے اور پھر پورے طور پر صورت مسئلہ کا لب لباب پیش کیا ہے۔ وہ کوئی ایسا ہی شخص کر سکتا ہے جو ایک طرف تفسیر کا عالم یگانہ ہو دوسری طرف حدیث نبوی پر اس کی وسیع اور گہری نظر ہو تیسری

طرف فن اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کا رمز شناس ہو اور ساتھ ساتھ بہترین متکلم بھی ہو۔ جملہ علوم اسلامیہ اس کی نظر میں ہوں صرف و نحو کی باریکیاں بھی اس کی گرفت سے باہر نہ ہوں۔ بلاشبہ یہ کام اس کتاب میں ابن قیم نے انجام دیا۔[43]

بھرپور دلائل:

ابن قیم نے اس کتاب میں مباحث پر بھرپور دلائل کا اہتمام کیا ہے "علمی اور دینی مسائل میں جہاں اس کی ضرورت ہوتی تھی دلائل میں کسی طرح کا جھول نہیں دیا۔ پہلے ہر نقطۂ نظر کی وضاحت کر دی پھر روایات اور رواۃ کے بارے میں پوری تحقیق اور تفتیش کی۔ کسی کے ساتھ نہ رعایت کی نہ کسی کو ہدفِ انتقام بنایا۔ پھر اپنے مفہوم اور مقصد کو ایسی عبارت، ایسے الفاظ اور ایسے انداز میں پیش کیا کہ اس کے سمجھنے اور تہ تک پہنچنے میں کسی طرح کی دشواری پیش نہ آئے۔[44]

غزوات سے مسائل کا استنباط:

ابن قیم نے واقعاتِ سیرت سے سینکڑوں مسائل کا استنباط کیا ہے اور ایسے ایسے نکتے نکالے ہیں جو ان کی حدیث، سیرت اور فقہ میں یکساں مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں نیز انہوں نے سیرت النبی ﷺ کی مقصدیت اور پیغام کو اپنی اصل صورت میں واضح کیا ہے۔ خاص مباحثِ سیرت میں سے غزوات و سرایا اور بارگاہِ رسالت میں آنے والے وفود کے تذکروں سے ابن قیم نے بہت عمدہ اور کثرت سے فقہی مسائل، دروس و عبر اور حکمتیں اخذ کی ہیں اور ان میں فقہاء کے اقوال نقل کرتے ہوئے ذاتی رائے کا اظہار بھی کیا ہے۔ غزوات میں بدر و حنین سمیت تمام غزوات میں اخذ و استنباط کا اسلوب نظر آتا ہے۔ اذن قتال، مشروعیتِ جہاد، فضیلتِ جہاد، احکام الجھاد، غنائم، قیدی، عقد الذمہ، جزیہ اور عقود الصلح جیسے مباحث کو بھی غزوات کے بیان سے قبل زیر بحث لایا گیا ہے۔

غزوہ بدر میں بعض قیدیوں کو آپ ﷺ نے انصار کے بچوں کو تعلیم دینے کے عوض رہا کر دیا۔ ابن قیم کے مطابق یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مال کے ساتھ ساتھ عمل کو بھی بطور فدیہ قبول کیا جا سکتا ہے۔[45]

ابن قیم نے غزوہ احد کے نتائج میں پنہاں بہت سی حکمتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جنہیں قرآن مجید کی سورۃ آل عمران میں بیان کیا گیا ہے۔ ان میں پیغمبر ﷺ کی حکم عدولی، معصیت، نافرمانی، بزدلی، طمع اختلاف وغیرہ کے انجام اور سزا کا ذکر ہے۔ نیز مومن اور منافق کی پہچان، مخلصین کی ثابت قدمی، مومنین کی آزمائش و درجات کی بلندی، حصولِ شہادت کا موقع، دنیا سے بے رغبتی اور آپ ﷺ کی قوت و شجاعت اور صبر و اثبات وغیرہ کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ نیز اس غزوہ میں مسلمانوں کو اپنے والی آزمائش کو آپ ﷺ کے وصال کے مقدمہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔[46]

صلح حدیبیہ سے بھی بہت سے احکام اخذ کیے گئے ہیں جن میں حج کے مہینہ میں عمرہ کا حکم، عمرہ کا احرام باندھنے کا مقام، عمرہ کے جانوروں پر علامت لگانے کا مسئلہ، جاسوسی کا جواز، کافر سے مدد لینے کا جواز، امام کا رعیت / لشکر سے مشورہ کرنے کا جواز، دین کی خبر پر حلف اٹھانے کا جواز, مسلمانوں کی مصلحت کے پیش نظر امام کا کفار سے صلح کا جواز، غیر مسلم کافروں کی آمد کے موقع پر فخر وشان وشوکت کا مظاہرہ کرنا اور امام کی توقیر و تعظیم کے لیے کسی کا بطور محافظ تلوار لے کر کھڑے ہونے کا جواز، قاصدین کی بے ادبی پر صبر و تحمل کے اظہار کا حکم، مستعمل پانی و بلغم وغیرہ کے پاک ہونے کا حکم، فال لینے کا جواز، مصلحت کی بنیاد پر مشرکین سے صلح کا جواز اور قربانی وغیرہ سے متعلقہ تقریبا چونتیس (۳۴) احکام اخذ کیے گئے ہیں۔[47]

غزوہ خیبر کے واقعات سے مصنف نے حرمت کے مہینہ میں کفار سے جنگ کا جواز، غنیمت میں حاصل شدہ کھانے پینے کی اشیا میں خمس کا مسئلہ، جنگ میں شرکت نہ کرنے اور بعد میں آنے والوں کے لیے حصہ مقرر کرنے کا مسئلہ، پالتو گدھوں کی حرمت، اہل ذمہ کے ساتھ بد عہدی اور ان کے ذمہ کا حکم، تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں سے لینے کا مسئلہ، فال لینے کا حکم، آزادی کو بطور مہر قرار دینا، کافر کے ھدیہ کے قبول کرنے کا جواز، سونے یا بھول جانے کی صورت میں نماز کا حکم، قضا نماز کی ادائیگی کا مسئلہ، قضاء نماز باجماعت پڑھنے کا جواز اور شیطانی جگہوں پر نماز پڑھنے سے اجتناب کا حکم جیسے مسائل زیر بحث لائے ہیں۔[48]

فتح مکہ کے واقعات اور خطبہ کا تذکرہ کرنے کے بعد "في الإشارة الى ما في الغزوة من الفقه واللطائف" کے عنوان کے تحت مصنف نے کثرت سے فقہی احکام اخذ کیے ہیں جن میں محارب پر اچانک حملہ کرنے کا جواز، جذبہ دینی کے باعث کفر کا الزام لگانے کا جواز، مسلمانوں کے حلیف گروہ پر حملہ کرنے کی صورت میں معاہدہ کی شرعی حیثیت، دس سال سے زائد عرصہ کے لیے صلح کا جواز، قاصد سے قتل کی ممانعت، مسلمان جاسوس کے قتل کا جواز، عورت کو بوقت ضرورت مصلحت عامہ کے لیے برہنہ کرنے کی دھمکی دینے کا جواز، حرمتِ مکہ، مکہ میں بغیر احرام پہنے داخل ہونے کا مسئلہ، اراضی مکہ کی تقسیم کا معاملہ، اراضی مکہ کی خرید و فروخت کے مسائل، اراضی مکہ پر خراج کا مسئلہ، گستاخ رسول کی سزا کا مسئلہ، حدودِ حرم میں حدود کے نفاذ کا مسئلہ، مکہ کے درخت کاٹنے کا مسئلہ، لقطۃ الحاج، لقطۃ الحرم کی شرعی حیثیت، کالا لباس پہنے کا جواز، متعہ کی حرمت کا مسئلہ، عورت کی امان اور قتل مرتد جیسے مسائل شامل ہیں۔[49]

غزوہ حنین کو اگر دیکھا جائے تو یہاں بھی مصنف کا فقہی مزاج اور اسلوب و منہج پوری طرح جلوہ گر ہے۔ حنین کے واقعات میں سے صاحب کتاب نے مشرکین سے ہتھیار بطور مستعمار لینے کا جواز، توکل علی اللہ کے باوجود ظاہری

اسباب اختیار کرنے کا جواز، مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے کفار کے اسلام لانے کا انتظار کرنے کا جواز، دشمن کے گھوڑے یا سواری کی کو کونچیں کاٹنے کا جواز، تالیفِ قلب کے لیے مال دینے کا جواز، مقتول کے سلب کا مسئلہ، سلبِ مقتول کے خمس کا مسئلہ اور دیگر اہم مسائل اخذ کیے ہیں۔[50]

غزوہ طائف سے مستنبط شدہ احکام میں کفار پر منجنیق نصب کرنے کا جواز، دار الحرب سے دار الاسلام آنے والے غلام کا حکم، حسب مصلحت امام کا محاصرہ اٹھانے کا جواز، عمرہ کے لیے جعرانہ سے احرام باندھنے کا حکم، نیکی کے کام میں ایثار کرنے کا جواز، مزارات، صنم کدوں کی تخریب اور ان سے حاصل شدہ مال و متاع کے استعمال کا جواز جیسے مسائل شامل ہیں۔[51]

غزوہ تبوک آپ ﷺ کے غزوات میں سے ایک اہم غزوہ ہے۔ ابن قیم نے اس غزوہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور یہاں بھی اخذ احکام میں سابقہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے جوہر دکھائے ہیں۔ غزوہ تبوک سے اخذ کردہ احکام میں اشہر الحرم میں قتال کا جواز، مصلحت کی خاطر امام کا شکر کو کچھ بتانے اور کچھ چھپانے کا جواز، لشکر کو کوچ کا حکم ملنے کے بعد تاخیر کا عدم جواز، استخلاف امام کا مسئلہ، مغضوب علاقوں میں سے گزرنے اور وہاں کی اشیا استعمال کرنے کا مسئلہ، سفر میں جمع بین الصلاتین کا حکم، ریت سے تیمم کا جواز، دائمی مصلحت کی بناء پر قسم توڑنے کا جواز، حالت غصہ میں کھائی گئی قسم کا بیان، معاہدین اور اہل ذمہ کی بدعہدی کا حکم، رات کے وقت تدفین کا مسئلہ، مقامات معصیت و گناہ کے انہدام کا جواز، وقف کے احکام، مسجد اور قبر کے ایک جگہ جمع ہونے پر کسی ایک کے گرانے کا حکم جیسے مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں۔[52]

معاصرین کی آراء

ابن قیم کے معاصر علماء نے آپ کی فضیلت، علمی قابلیت او علمی کارناموں کا اعتراف کیا علامہ ذہبی "المختر" میں لکھتے ہیں کہ "آپ علم حدیث اور فنون حدیث و رجال کے بہت بڑے عالم تھے آپ کو فقہ میں بھی بڑی مہارت حاصل تھی اور فقہی مسائل کی بہت عمدہ و توضیح فرماتے تھے اور علم نحو سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔[53]

سید نعمان الالوی بغدادی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن قیم یگانہ روز گار فقہیہ اور مسلک حنبلی پر عامل تھے۔ بلند پایہ مفسر قرآن تھے۔ علم نحو کے امام اور فن کلام کے استاد تھے۔ اپنے وقت کے بہت ہے متکلم تھے۔[54]

قاضی برہان الدین الزرعی فرماتے ہیں:

"آسمان کے نیچے روئے زمیں پر آپ سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے۔ آپ نے مدرسہ صدریہ میں درس دیا اور مدرسہ

جوزیہ میں طویل عرصے تک امامت کے فرائض انجام دیئے آپ نے اپنے قلم سے اس کثرت سے کتابیں تالیف کیں انہیں بیان نہیں کیا جاسکتا"۔[55]

ابن رجب لکھتے ہیں کہ:

ابن قیم فن تفسیر میں اپنا جواب آپ تھے، اصول دین کے رمز آشنا تھے، حدیث اور فقہ و معانی حدیث پر نہایت گہری نظر رکھتے تھے۔ دقائق استنباط میں یکتا تھے۔ فن فقہ اور اصول عربیہ میں ید طولی رکھتے تھے۔ تصوف کے بھی لذت آشنا تھے۔ ان کی تصانیف علوم و معارف کا گنجینہ ہیں۔ ایک خلق کثیر نے ان سے علم اور انتفاع حاصل کیا۔[56]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

آپ اچھے قاری خوش اخلاق اور بہت دوستی کرنے والے تھے۔ کسی سے حسد نہ کرتے تھے اور نہ کسی کو اذیت دیتے تھے اور نہ کسی پر عیب لگاتے تھے اور نہ کسی سے کینہ رکھتے تھے۔ اور میں بھی آپ کے دوستوں میں سے تھا اور آپ کو سب سے زیاد محبوب تھا۔ اور میں اپنے اس زمانے میں آپ سے زیادہ عبادت گزار کو نہیں جانتا۔ آپ کی نماز کا طریق یہ تھا کہ آپ اسے بہت لمبا کرتے تھے، اور اس کے رکوع و سجود کو بھی لمبا کرتے تھے اور بعض اوقات آپ کے بہت سے اصحاب آپ کو ملامت کرتے تھے مگر آپ اس سے باز نہیں آتے تھے۔[57]

ان کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ: ماتحت أديم السماء أوسع منه علما (۵)

"اس آسمان کے نیچے کوئی بھی ان سے زیادہ وسیع العلم نہ تھا"۔

خلاصہ کلام

زاد المعاد فی ہوی خیر العباد حافظ ابن قیم کی سیرت نبوی اپنے موضوع و مواد اور اسلوب کی بنا پر ہر زمانہ میں بہت مقبول رہی ہے اور عوام و خواص دونوں نے اس سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ حافظ ابن حجر جیسے عظیم عالم و محدث نے زاد المعاد وغیرہ سے اپنی شرح میں بخاری فتح الباری میں کثرت سے نقل کیا ہے۔ سیرت نگاروں اور دوسرے اہل علم و فضل نے بھی اس کے اقتباسات دیے ہیں اور اس سے استدلال کیا ہے۔ وہ ہر زمانہ میں عام و خاص مطالعہ کی ایک ضروری کتاب رہتی ہے۔ اسی بنا پر وہ برابر اشاعت پذیر ہوتی رہی۔ جدید عہد میں اس کے کئی ایڈیشن کے جن میں شعیب الارنووط اور عبد القادر الارنوط کا فقیق کردہ نسخہ بہت عدہ ہے اور جسے مؤسسة الرسالة الكتب المنار الاسلامیہ بیروت نے ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء میں پانچ جلدوں میں شائع کیا ہے اور وہی اسوقت پیش نظر ہے۔ برصغیر پاک وہند میں اس کی کئی طباعتوں کے علاوہ کامل اور مختصر تراجم بھی شائع کئے گئے ہیں۔ رئیس احمد جعفری نے کراچی

سے زاد المعاد کا کامل ترجمہ اور عبد الرزاق ملیح آبادی نے اسوۂ حسنہ کے عنوان سے اس کی تشخیص کی ہے جو کراچی سے ہی شائع ہوئی ہے۔ ان کے علاوہ بھی کئی طباعتیں اصل کتاب یا اس کی تشخیص کی اور کئی دوسرے تراجم بھی ہوئے ہیں۔

علامہ ابن قیم کی کتاب در حقیقت اپنے فن اور موضوع کی انسائیکلوپیڈیا ہے اور کمال یہ ہے کہ صرف ایک علامہ دہر کے غور و فکر کا نتیجہ ہے جو اہلِ علم، اہلِ دل اور اہلِ نظر اصحاب کے حلقوں میں ہمیشہ سے محبوب اور پسندیدہ رہی ہے۔ سیرت رسول ﷺ اور اس موضوع سے متعلقہ مباحث پر دنیا کی کسی زبان میں اس سے زیادہ ہمہ پہلو کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ یہ اردو زبان کی بد قسمتی تھی کہ ایسی نادر اور جامع الفوائد کتاب سے اس کا دامن خالی تھا، زاد المعاد پہلی مرتبہ پوری شان دلا دیزی کے ساتھ اردو زبان میں منتقل ہو کر منظر عام پر آرہی ہے جس میں پوری جامعیت و تحقیق کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کی توضیح کی گئی ہے۔۔

ابو الحسن علی الندوی اس کتاب کے بارے میں لیتے ہیں کہ اس کتاب کا قابلِ تنقید پہلو صرف یہ ہے کہ اس میں سیرت، حدیث، فقہ، تاریخ کلام، نحو و صرف اور تقریبا تمام علوم اسلامیہ مخلوط ہیں۔[58] اور غالبا اس کتاب کی تالیف کے وقت ان پر ان کے شیخ کی نسبت غالب تھی اس لئے وہ ذرا سی مناسبت سے کسی نحوی، کلامی مسئلہ کو چھیڑ دیتے ہیں اور پھر پورے شرح و بسط کے ساتھ اس پر کلام کرتے ہیں اگر اس میں سے سیرت و شمائل کو علیحدہ، مغازی و اہم واقعات کو علیحدہ، فقہ و احکام کو علیحدہ اور نحوی مباحث کو علیحدہ درج کر دیا جائے تو اس سے استفادہ آسان ہو جائے، لیکن اس کے باوجود وہ اسلام کی ان اہم تصنیفات میں سے ہے جو ایک پورے کتب خانہ کی قائم مقام، اور اس کا وجود ایک متبحر و محقق کثیر الفنون عالم کی موجودگی کے مترادف ہے۔ بلاشبہ زاد المعاد سیرت کے موضوع پر گراں قدر کارنامہ ہے۔

ابن قیم بنیادی طور پر امام ابن تیمیہ کے شاگرد تھے اختلافی مسائل میں وہ ابن تیمیہ کے مسلک کو حرف آخر سمجھتے تھے۔ تحقیقی نقطہ نظر سے یہ بات درست نہیں ہے اور نہ ہی کسی محقق کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ تحقیق کو کسی خاص مسلک و عقیدہ پر روک دے۔ دوسرے ابن قیم نے اپنی کتاب میں اپنے نقطہ نظر سے اختلاف رکھنے والوں کے لیے سخت درشت الفاظ بھی استعمال کئے ہیں، جو ایک محقق کے مزاج کے خلاف ہے۔ نیز ابن قیم کے یہاں انتہا پسندی بھی ملتی ہے۔ وہ عقیدہ میں انتہا پسند تھے اسی وجہ سے وہ مخالف مسلک کے خلاف بے ڈھرک وہ تمام باتیں کہہ دیتے تھے جو ان کی نوک قلم پر آجاتی تھیں۔ تیسرے یہ کہ قرآن کی تفسیر میں یا حدیث کی شرح میں رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کا قول آخری نہیں ہو سکتا۔ اس روشنی میں بھی ابن قیم کے عقائد و نظریات پر تنقید کی جا سکتی ہے۔ چوتھی بات یہ

کہ ابن قیم کی مذکورہ کتاب بنیادی طور پر دینی مسائل کی کتاب ہے اس لیے اسے تاریخی اعتبار سے سیرت النبی ﷺ کی کتاب قرار نہیں دیا جاسکتا کیوں کہ اس میں وہ ترتیب تراش خراش، مربوط طریقہ کار نہیں ہے جو کہ تاریخ کی کتابوں میں ہونا چاہیئے۔ نیز ابن قیم کے دلائل و براہین کو بھی بشری کمزوریوں سے مبراء قرار نہیں دیا جاسکتا۔

حوالہ جات

---

[1] اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۶۴، ج:۱، ص:۶۵۱.

[2] محمد یسین مظہر صدیقی، مصادر سیرت نبوی ﷺ، لاہور: دار النور، ۲۰۱۶، ج:۲، ص:۱۴۰.

[3] شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ترجمۃ رئیس احمد جعفری، کراچی: نفیس اکیڈمی، حصہ اول، ص:۳۷.

[4] مصادر سیرت نبوی ﷺ، ج:۲، ص:۱۴۱.

[5] علامہ حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنھایہ)، کراچی: نفیس اکیڈمی، س۔ن، ج:۱۴، ص:۲۶۳.

[6] أحمد بن علي بن محمد الكناني العسقلاني، أبو الفضل، شهاب الدين، ابن حجر ابن حجر العسقلاني، الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة، حیدر آباد: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ۱۳۴۹، ج:۳، ص:۴۰۰.

[7] مصادر سیرت نبوی ﷺ، ج:۲، ص:۱۴۱.

[8] ج:۲، ص:۱۴۲.

[9] ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنھایہ)، ج:۱۴، ص:۲۶۳.

[10] عبد الحي بن أحمد بن محمد ابن العماد العكري الحنبلي أبو الفلاح، شذرات الذهب في أخبار من ذهب، دمشق: بیروت: دار ابن کثیر، ۱۴۰۶، ج:۲، ص:۱۶۹.

[11] اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۶۴، ج:۱، ص:۶۵۱-۶۵۲.

[12] ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنھایہ)، ج:۱۴، ص:۲۶۳.

[13] محمد خالد اسماعیل، سیرت النبی ﷺ کا خصوصی مطالعہ (مطالعہ نقوشِ سیرت ﷺ)، کراچی: غضنفر اکیڈمی، ۲۰۰۹، ص:۴۴۱.

[14] مصادر سیرت نبوی ﷺ، ج:۲، ص:۱۴۰.

[15] اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، ج:۱، ص:۶۵۱-۶۵۲.

[16] مصادر سیرت نبوی ﷺ، ج:۲، ص:۱۴۰.

[17] شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ترجمۃ رئیس احمد جعفری کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۹۰، ج:۱، ح:۱، ص:۴۰-۴۱.

[18] عبد الصمد، سیرت النبی ﷺ اور سیرت نگاری کا خصوصی مطالعہ، کراچی: یونیورسل پبلیشر، ۲۰۰۷، ص:۲۸۹.

[19] سیرت البنی ﷺ کا خصوصی مطالعہ (مطالعہ نقوشِ سیرت ﷺ)، ص:۴۴۵.

[20] ص:۴۴۳.

[21] سیرت النبی ﷺ اور سیرت نگاری کا خصوصی مطالعہ، ص:۲۹۰.

[22] سیرت البنی ﷺ کا خصوصی مطالعہ (مطالعہ نقوشِ سیرت ﷺ)، ص:۴۴۵-۴۴۶.

[23] سیرت النبی ﷺ اور سیرت نگاری کا خصوصی مطالعہ، ص:۲۹۰.

[24] سیرت البنی ﷺ کا خصوصی مطالعہ (مطالعہ نقوشِ سیرت ﷺ)، ص:۴۴۴.

[25] مصادر سیرت نبوی ﷺ، ج:۲، ص:۱۴۶۔

[26] شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، دمشق: مؤسسۃ الرسالہ ناشرون، ۱۴۳۱، ج:۱، ص:۳۱۳.

[27] سیرت النبی ﷺ اور سیرت نگاری کا خصوصی مطالعہ، ص:۲۹۰.

[28] سیرت البنی ﷺ کا خصوصی مطالعہ (مطالعہ نقوشِ سیرت ﷺ)، ص:۴۴۴.

[29] ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ج:۱، ص:۳۴.

[30] مصادر سیرت نبوی ﷺ، ج:۲، ص:۱۴۶۔

[31] ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ج:۱، ص:۳۴.

[32] سیرت البنی ﷺ کا خصوصی مطالعہ (مطالعہ نقوشِ سیرت ﷺ)، ص:۴۴۷.

[33] ایضاً، ص:۴۴۶.

[34] مصادر سیرت نبوی ﷺ، ج:۲، ص:۱۴۷۔

[35] ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد.

[36] سیرت البنی ﷺ کا خصوصی مطالعہ (مطالعہ نقوشِ سیرت ﷺ)، ص:۴۴۷.

[37] ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ج:۱، ص:۱۴۷۔

[38] ایضاً، ۵۸۳.

[39] ایضاً

[40] سیرت النبی ﷺ اور سیرت نگاری کا خصوصی مطالعہ، ص:۲۹۲.

[41] سیرت البنی ﷺ کا خصوصی مطالعہ (مطالعہ نقوشِ سیرت ﷺ)، ص:۴۴۵.

[42] ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ج:۱، ح:۱، ص:۴۶.

[43] ایضاً، ص:۴۸.

[44] ایضاً، ص:۴۸.

[45] ایضاً، ج:۲، ص:۳۶۵.

[46] ایضاً، ج:۲، ص:۱۹۶-۲۱۶.

[47] ایضاً، ج:۲، ص:۲۵۵-۲۶۷.

[48] ایضاً، ج:۲، ص:۳۰۱-۳۱۳.

[49] ایضاً، ج:۲،، ص:۳۶۹.

[50] ایضاً، ج:۲، ص:۴۱۸-۴۳۳.

[51] ایضاً، ج:۲، ص:۴۳۹-۴۴۵.

[52] ایضاً، ج:۲، ص:۵۰۱-۴۸۸.

[53] عبد الرحمن بن أحمد بن رجب السلامي البغدادي ثم الدمشقي، أبو الفرج، زين الدين ابن رجب، الذيل على طبقات الحنابلة (شارع غيط النوبي: القاهرہ: مطبعة السنة المحمدية، ۱۴۲۵).

[54] ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ج:۱، ص:۳۷.

[55] ابن حجر العسقلاني، الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة، ج:۳، ص:۴۰۰.

[56] ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ج:۱، ص:۳۷.

[57] ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنھایہ)، ج:۱۴، ص:۲۶۳.

[58] ابوالحسن علی الندوی، تاریخِ دعوت وعزیمت، کراچی: مجلس نشریاتِ اسلام، س۔ن، ج:۲، ص:۳۶۵.